شمارہ نمبر ۱

جون/جولائی ۲۰۱۷ء

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

الاجماع

رمضان ایڈیشن

- ★ ۲۰ رکعت تراویح پر کفایت اللہ سنابلی کے اعتراضات کے جوابات
- ★ عیدین کی رات میں عبادت احادیث کی روشنی میں
- ★ عورتوں کا اعتکاف گھر میں افضل ہے ارشاد الحق اثری کے مضمون کا تحقیقی جائزہ

ALIJMA
FOUNDATION

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

الفرقان فی اثبات الفرق بین صلاۃ التھجد و صلاۃ التراویح فی شھر رمضان

رمضان میں تہجد ضرور پڑھیں (کیونکہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نماز ہیں، سلفِ صالحین سے ثبوت)

مولانا نذیر الدین قاسمی

رمضان کا بابرکت مہینہ ہے، اور لوگ عبادت میں اضافہ فرماتے ہیں، جہاں لوگ تراویح ادا کرتے ہیں، وہیں آخری شب میں بیدار ہو کر تہجد کا بھی اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نماز ہیں، اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت عمر فاروقؓ (م ۲۳ھ) کا ارشادِ گرامی ہے:

حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں: "والتی ینامون عنها أفضل من التی یقومون، یرید آخر اللیل، وكان الناس یقومون أوّله" وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو (یعنی تہجد کی نماز) وہ اس سے افضل ہے کہ جس کو تم قائم کر رہے ہو (یعنی تراویح)۔ (صحیح البخاری: حدیث نمبر ۲۰۱۰)

حضرت عمرؓ تراویح کے بعد تہجد کی بھی ترغیب دے رہے ہیں، جو کہ مستقل نماز ہے، اور اسی روایت کے تحت محدثین نے تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(i)　امام ابو الولی سلیمان الباجی القرطبیؒ (م ۴۷۴ھ) حضرت عمرؓ کے اسی جملے کے تحت فرماتے ہیں کہ " الصلاة فی النصف الآخر أفضل منها فی النصف الأول" آخری آدھی رات کا قیام افضل ہے پہلی آدھی رات کے قیام سے۔ (المنتقیٰ للباجی: ج ۱ص ۲۰۸)

اس سے معلوم ہوا کہ آخری رات میں بھی قیام ہے، تراویح کے علاوہ۔

(ii)　امام ابن بطالؒ (م ۴۴۹ھ) آدھی رات کا قیام پہلی رات سے کیوں افضل ہے؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "والتی (ینامون) عنها أفضل یعنی القیام آخر اللیل، لحدیث التنزل واستجابة الرب -تعالی- فی ذلك الوقت لمن دعائ" آخری رات کا قیام (تہجد) اللہ تعالیٰ کے اس وقت نزول اور بندوں کے دعاء قبول ہونے کی وجہ سے افضل ہے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطالؒ: ج ۴ص ۱۴۷)

(iii)　امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ: "قوله: (والتی ینامون عنها أفضل) هذا تصریح منه بأن الصلاة فی آخر اللیل أفضل من أوّله" حضرت عمرؓ کے اس قول میں صراحت ہے کہ آخری رات کی نماز (تہجد) افضل ہے شروع رات کی نماز (تراویح) سے۔ (فتح الباری: ج ۴ص ۲۵۳)

(iv)　امام عینیؒ (م ۸۵۵ھ) بھی یہی فرماتے ہیں۔ "وفیه تصریح أن الصلاة فی آخر اللیل أفضل من أوله" (عمدۃ القاری: ج ۱۱ص ۱۲۶)

(v)　الشیخ الامام عبد القادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ) بھی حضرت عمرؓ کے اسی قول کی وجہ سے تراویح کے بعد تہجد پڑھنے پر استدلال فرماتے ہیں۔
"والروایة الثانیة: أن ذلك جائز غیر مكروه، لكنه یؤخره لما روی عمر ﷺ قال: تدعون فضل اللیل آخره الساعة التی تنامون أحب الیٔ التی تقومون" (غنیۃ الطالبین ص ۲۶۹)

(vi) امام ابن الحاجؒ (م ۷۳۷ھ)[8] فرماتے ہیں "وما قاله عمر بن الخطاب ﷺ فانما هو محمول على غيرهم لا عليهم، اذ أنهم رضي الله عنهم جمعوا بين الفضيلتين من قيام أول الليل وآخره" حضرت عمرؓ کے فرمان کے مخاطب صحابہؓ نہیں، بلکہ دوسرے لوگ ہیں کیونکہ صحابہؓ دونوں فضیلتوں کو جمع کرتے تھے، یعنی رات کے اوّل حصہ میں تراویح اور آخری حصہ میں تہجد۔ (المدخل لابن الحاج: ص ۲۹۱ ج ۲)

لہذا حضرت عمرؓ تراویح پڑھنے کے بعد تہجد کی ترغیب دے رہے ہیں، یعنی ان کے نزدیک تہجد اور تراویح دو الگ الگ نماز ہیں، اور سلفِ صالحین نے بھی یہی وضاحت فرمائی ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

اعتراض: کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ (حضرت عمرؓ کا قول) اس بات کی دلیل ہے کہ عمر فاروقؓ تراویح اور تہجد کو ایک ہی نماز سمجھتے تھے، اور پھر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا قول پیش کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تراویح اور تہجد کو ایک ہی نماز قرار دیا ہے۔ (مسنون تراویح: ص ۱۳/۱۴)

الجواب: کفایت اللہ سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ: ''حضرت عمرؓ کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ عمر فاروقؓ تراویح اور تہجد کو ایک ہی نماز سمجھتے تھے، باطل و مردود ہے، کیونکہ ہم نے سلفِ صالحین کے اقوال سے واضح کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک تہجد اور تراویح الگ الگ نماز ہیں، جیسا کہ تفصیل اوپر موجود ہے۔

اور رہا علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا حوالہ تو جواب عرض ہے کہ خود غیر مقلدین حضرات عموماً کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے علاوہ سارے لوگوں سے خطا ہو سکتی ہے۔

تنبیہ: میں کہتا ہوں کہ جب سارے لوگوں سے غلطی ہو سکتی ہے، تو پھر علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے کیوں نہیں ہو سکتی؟

الغرض ہم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علامہ کشمیریؒ سے اجتہادی خطا ہوئی ہے، اور صحیح بات اس مسئلہ میں یہی ہے کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نماز ہیں، جیسا کہ خود حضرت کشمیریؒ کے شیوخ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، اور مفتی رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ حضرات نے فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ تہجد اور چیز ہے اور تراویح اور چیز ہے۔ (تصفیۃ العقائد: ص ۴) نیز اپنی ایک اور کتاب میں بھی تراویح اور تہجد کے دو الگ الگ نماز ہونے پر مدلل گفتگو فرمائی ہے، دیکھئے (الحق الصریح: ص ۳/۴)

مفتی رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ: نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح دو الگ الگ نماز ہیں۔ (الرأي النجيح: ص ۲) پھر آگے مفتی صاحبؒ نے ص/۱۰ تک تفصیلی بحث فرمائی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نماز ہیں۔

مزید شیخ الاسلام مولانا محمود الحسنؒ نے بھی تہجد اور تراویح کو الگ الگ قرار دیا ہے۔ (الورد الشذی: ص/۱۰۵) لہذا ان اکابر اہل سنت کی تحقیق حضرت کشمیریؒ کے قول پر مقدم ہے اور صحیح وراجح بات یہی ہے کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نماز ہیں۔

---

[8] جن کو علماء نے محدث، صالح، فقیہ، مشہور عالم وفاضل قرار دیا ہے۔ (ذیل التقیید ج ۱ ص ۲۵۸، الدیباج المذہب ص ۳۲۱ ج ۲، حُسن المحاضرہ للسیوطی: ج ۱ ص/۴۵۹، الأعلام للزرکلی: ص ۳۵ ج ۶)

سوال: اہل حدیث حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ سلف میں سے کون سے فقیہ یا محدث نے حضرت عمرؓ کے اس قول سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک تہجد اور تراویح ایک ہی ہے؟ برائے مہربانی سلفِ صالحین سے بسندِ صحیح حوالہ پیش فرمائیں، ورنہ حق کو تسلیم کریں کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک تہجد اور تراویح الگ الگ نماز ہے۔

(۲) امام المحدثین امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کا عمل:

امام بخاریؒ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نمازِ تراویح پڑھاتے تھے، اور ہر رکعت میں بیس آیات پڑھتے تھے، یہاں تک کہ قرآن ختم کرتے، پھر سحر کو (نمازِ تہجد) میں نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن میں قرآن ختم کرتے (جو) افطار کے وقت ختم ہوتا تھا، اور (یعنی امام بخاریؒ) سحر کے وقت تیرہ رکعت (تہجد کی) پڑھتے اور ایک رکعت وتر کی ہوتی۔ (تیسیر الباری: ص ۱۱ ج ۱)

ھدیۃ الساری میں ہیں کہ "امام محمد بن اسمٰعیل البخاریؒ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے لے کر تہائی قرآن پڑھتے، اور تین راتوں میں ختم کرتے، اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم ہوتا، اور کہتے تھے کہ ہر ایک ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اور سحر کے وقت تیرہ رکعت پڑھتے ایک رکعت وِتر کی ہوتی۔" (ھدیۃ الساری لابن حجر: ص ۵۰۵)

اعتراض: اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ: امام بخاریؒ سے بسندِ صحیح تراویح اور تہجد کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا ثابت نہیں ہے، ھدیۃ الساری کا حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ (تعدادِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص ۱۰۶)

الجواب: شعب الایمان للبیہقی میں امام بیہقیؒ نے ھدیۃ الساری کے قول کی سند پیش فرمائی ہے:

"أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أخبرنی محمد بن خالد المطوعي، حدثنا مسیح بن سعید، قال (کان) محمد بن اسماعیل البخاری۔" (شعب الایمان للبیہقی: ص ۵۲۴/۵۲۵ ج ۳، تاریخِ بغداد) اسکین ملاحظہ فرمائے:

اور شعب الایمان کے محقق حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ لہذا زئی صاحب کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

(۴) الامام الحافظ المحدث ابو محمد اصفہانیؒ (م ۴۲۶ھ) کا عمل:

امام ابو محمد اصفہانیؒ جو کہ امام خطیب بغدادیؒ کے استاذ ہیں، ان کے بارے میں منقول ہے کہ "أدرک ابن اللبان شهر رمضان من سنة سبع وعشرين وأربعمأة وهو ببغداد، وكان يسكن درب الآجر من نهر طابق، فيصلي بالناس صلاة التراويح في جميع الشهر، وكان اذا فرغ من صلاته في كل ليلة، لا يزال قائما في المسجد يصلي حتى يطلع الفجر" وہ پورے رمضان میں تراویح پڑھاتے تھے، اور ہر روز جب تراویح سے فارغ ہوتے تھے تو مسجد ہی میں نمازِ تہجد پڑھتے رہتے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی تھی۔ (تاریخ بغداد: ص ۱۴۳ ج ۱۰)

ارشادات سلف وفقہاء ومحدثین :

(۵) **امام ابن رشدؒ (م ۵۹۸ھ)** فرماتے ہیں کہ "وأن التراويح التي جمع عليها عمر بن الخطاب ؓ الناس مرغب فيها، وان كانوا اختلفوا أي أفضل أهي أو الصلاة آخر الليل؟ أعني التي كانت صلاة رسول الله ﷺ، لكن الجمهور على أن الصلاة آخر الليل أفضل، لقوله عليه الصلاة والسلام "أفضل الصلاة صلاتكم في بيوتكم الا المكتوبة" اور بے شک وہ تراویح جس پر عمر بن خطابؓ نے جمع کیا اسی کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن علماء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ اوّل رات کی تراویح افضل ہے یا اخیر رات کی نماز (تہجد) افضل ہے، جو اخیر رات میں رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی۔ جمہور کے نزدیک اخیر رات کی نماز (تہجد) افضل ہے۔ (بدایۃ المجتہد: ص ۲۱۰ ج ۱)

(۶) **امام ابو اسحٰق الشیرازیؒ (م ۴۷۶ھ)** فرماتے ہیں کہ "ويقوم شهر رمضان بعشرين ركعة في الجماعة التراويح، ويوتر بعدها في الجماعة الا ان يكون له تهجد، فيجعل الوتر بعده" رمضان کے مہینہ میں جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھے اور اس کے بعد وتر پڑھے جماعت کے ساتھ، اگر اس کا تہجد کا ارادہ ہو تو وتر تہجد کے بعد پڑھے۔ (التنبیہ للشیرازی: ص ۳۴ ج ۱)

یہی بات مختلف الفاظ کے ساتھ.....

(۷) **امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ)**[9] اور

(۸) **امام شرف الدین موسیٰ بن احمد المقدسیؒ (م ۹۶۸ھ)**[10] نے بھی کہی ہے۔[11]

---

[9] امام نوویؒ کے الفاظ یہ ہیں "(فرع) اذا استحبنا الجماعة في التراويح استحبت الجماعة أيضا في الوتر بعدها، باتفاق الاصحاب، فان كان له تهجد لم يوتر معهم بل يؤخره الى آخر الليل"۔ (المجموع للنووی: ص ۵۱ ج ۱)

[10] آپؒ کو علماء نے شیخ الاسلام، امام، علامہ، محدث، عالم مفتی اور متقی وفقیہ قرار دیا ہے، دیکھئے شذرات الذهب: ص ۴۷۲ ج ۱۰، الکواکب لنجم الدین: ص ۹۳ ج ۳، الاعلام للزرکلی: ص ۳۲۰ ج ۷۔

[11] امام شرف الدین موسیٰ المقدسیؒ کے الفاظ یہ ہیں: "ووقتها بعد العشاء وسنتها قبل الوتر الى طلوع الفجر الثاني، وفعلها في مسجد، وأول الليل أفضل، ويؤتر بعدها في الجماعة بثلاث ركعات، فان كان له تهجد جعل الوتر بعده و الاصلاه" (الاقناع للمقدسی: ص ۱۴۷ ج ۱)

(۹) **امام ابن قدامہ حنبلیؒ (م۶۲۰ھ)** فرماتے ہیں کہ "ثم التراويح وهي عشرون ركعة يقوم بها في رمضان في جماعة، ويوتر بعدها في الجماعة، فان كان له تهجد جعل الوتر بعده" پھر تراویح بیس رکعت ہے رمضان میں تراویح اور وتر دونوں جماعت کے ساتھ پڑھے، **لیکن تراویح کے بعد تہجد پڑھنے والا آدمی وتر تہجد کے بعد پڑھے۔** (المقنع للمقدسی: ص۵۸)

(۱۰) **امام ابن الحاجؒ (م۷۳۷ھ)** فرماتے ہیں کہ "ثم يخرج فيصلي مع الناس ويوتر معهم .... ثم ينام ما قدر له، ثم يقوم لتهجده فيصلي ماتيسر له ما بقي عليه من الليل" (آدمی کے لئے مناسب ہے کہ) لوگوں کے ساتھ تراویح اور وتر پڑھے، پھر سو جائے، اور اُٹھنے کے بعد نمازِ تہجد کے لئے کھڑا ہو جائے۔ (المدخل لابن الحاجؒ: ص۲۹۲ ج۲)

(۱۱) **امام ابن الملقنؒ (م۸۰۴ھ)** بھی تہجد اور تراویح کو دو الگ الگ نمازیں بتاتے ہیں۔[12]

(۱۲) **الامام الشیخ عبد القادر جیلانیؒ (م۵۶۱ھ)** فرماتے ہیں کہ "والرواية الثانية: أن ذلك جائز غير مكروه، لكنه يؤخره لما روى عمر ﷺ قال: تدعون فضل الليل آخره الساعة التي تنامون أحب الى التي تقومون" تراویح کے بعد تہجد کے بارے میں دو قول ہے: ایک یہ کہ تراویح کے بعد کچھ نیند کر کے پھر اٹھ کر تہجد پڑھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تراویح کے بعد بغیر نیند کئے تہجد جائز ہے بلا کراہت۔ (غنیۃ الطالبین: ص۲۶۹)

الغرض جمہور فقہاء و محدثین اور علماء کا یہی کہنا ہے کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں، اور یہ جو غیر مقلدین حضرات کہتے ہیں کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے، اس پر ان کے پاس کوئی صاف صریح دلیل نہیں ہے، بلکہ صرف قیاس ہے جو کہ بلا دلیل مردود ہے۔

مزید ہمارے علم کے مطابق سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے صراحتاً کہا ہو کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے، اگر اہل حدیث حضرات کے پاس ایسا کوئی حوالہ سندِ صحیح کے ساتھ ہو تو پیش کریں، ورنہ اُن کا اپنے مسلکی تعصب کی وجہ سے حق کا انکار کرنا بے کار ہے۔

(۱۳) **اخیر میں امام ابراہیم نخعیؒ (م۹۶ھ)** کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ "كان الامام يصلي بالناس في المسجد، والمتهجدون يصلون في نواحي المسجد لأنفسهم" کچھ لوگ امام کے ساتھ مسجد میں نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے، اور کچھ لوگ مسجد کے ایک کونے میں تہجد پڑھ رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص۲۳۴ ج۵، حدیث نمبر ۷۸۰۹، صحیح سند)

نوٹ: اس روایت میں امام اعمشؒ مدلّس ہیں، لیکن ان کی تدلیس قابلِ قبول ہے، کیونکہ وہ طبقاتِ ثانیہ کے مدلّس ہیں۔ (المدلّسین للعراقی: ص۱۰۹ ج۱)۔ مزید ایک اور سند میں مغیرہ بن مِقسمؒ نے امام اعمشؒ کی متابعت کر رکھی ہے۔

---

[12] الفاظ یہ ہیں: "وثلاث نوافل مؤكدة: التهجد وهو الصلاة بالليل وان قلّ، والضحى وأقلها ركعتان وأكثرها ثمان والتراويح وهي عشرون لغير أهل المدينة......" (التذكرة لابن الملقن رحمه الله: ص۲۶ ج۱)

"حدثنا أبو بکر قال: ثنا أبو الأحوص، عن مغیرۃ، عن ابراھیم قال: (کان المتھجدون یصلون فی جانب المسجد والامام یصلی بالناس فی شھر رمضان۔" (مصنف ابن ابی شیبہ: ص ۲۳۳/۲۳۴ ج ۵)

الغرض یہ روایت صحیح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراھیم نخعیؒ کے زمانے میں (یعنی سلف کے زمانے میں) بھی تراویح کے علاوہ تہجد کا بھی اہتمام تھا۔

بس اللہ تعالیٰ حق کو قبول اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلویؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ **رمضان میں صبح سے شام تک درس جاری رکھتے۔ رات بحالت قیام ۲ دفعہ قرآن مجید سنتے، ایک دفعہ اول رات تراویح میں حافظ احمد محدث اور فقیہ سے ۳ پارے ترتیل اور تجوید کے ساتھ سنتے، پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبد السلام سے ایک پارہ روزانہ سنتے۔** (نتائج تقلید: ص ۲۹، بحوالہ رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ: ص ۲۴)، اسی طرح الشیخ القدوۃ الإمام العالم المحقق الفقیہ الحافظ علي بن عبد اللہ أبو الحسن الزیات الکلبي، إشبیليؒ (م ۶۳۷ھ) بھی تراویح کے بعد تہجد بڑھتے تھے جیسا کہ ان کے شاگرد الشیخ، العمدۃ، العالم، المحقق، الفاضل، الصالح، المحدث، البارع، الناسك، صاحب بھجۃ النفوس، إمام أبو محمد بن أبي جمرۃؒ (م ۶۹۵ھ) نے فرمایا ہے۔ اور خود امام ابو محمد بن أبي جمرۃؒ (م ۶۹۵ھ) بھی تراویح کے بعد تہجد بڑھتے تھے جیسا کہ ان کے شاگرد امام ابن الحاجؒ (م ۷۳۷ھ) فرماتے ہیں۔ (المدخل لابن الحاج: ج ۲: ص ۲۹۱-۲۹۲) اور زبیر علی زئی صاحب کے اصول کے مطابق امام ابن الحاجؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھنے کے قائل ہے۔ (انوار الطریق صفحہ ۸) اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ (جن کو غیر مقلدین اہل حدیث قرار دیتے ہیں) حدیث عائشہؓ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ **' حضرت عائشہؓ جس نماز کا ذکر کر رہی ہے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں برابر تھی۔ اس کو صلاۃ اللیل کہتے ہے۔ لیکن تراویح کی نماز اس کے علاوہ ہے کہ محدثین کرام کے عرف میں اسے قیام رمضان کہتے ہیں'۔** (حاشیہ ما لابد منہ: ص ۸۷) لیجئے بقول غیر مقلدین کہ اہل حدیث عالم شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے نزدیک بھی تراویح اور تہجد کو '۲' الگ الگ نمازے ہے۔

ھدیۂ تشکر

الاجماع فاؤنڈیشن کتابوں کے اپلوڈنگ کے سلسلے میں حضرت مولانا خادم حسین بدر صاحب حفظہ اللہ اور ان کی ساتھیوں کا خاص طور سے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا اور ان کے ٹیم کی خدمات کو قبول فرمائے اور کتابوں کے نفع کو عام فرمائے اور ان کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔۔۔ آمین

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن